انتظامیہ کا جدید تصور اور اس کی اسلامی بنیادیں

Modern Concept of Administration and its Islamic Bases

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Tahmina Fazil
Lecturer Islamic Learning,University of Education Lahore, Vehari Campus.
E-mail: tahminafazil@ue.edu.pk

Abstract:
Man is a collectivist and social creature for whom it is impossible to live without society. But the survival of a society initself depends on social discipline and arrengments. The modern concept of social order is the concept of statehood and government. And the government is incomplete in itself without the modern concept of administration. The Lack of good governance and administration, brings a society to the brink of destruction. In such a case, human life cannot be easy, nor can the collective balance of the society be maintained. The solution to this problem is the establishment of such social arrangements and institutions that do not determine and protect the individual and collective rights of the people, but only encourage people to social struggle.
On the other hand, Islam is the religion of humanity. And this is the complete rule of individual and collective life of man. Therefore, the existence of administration is inevitable in the concept of collectivity of Islam. Islam has determined the duties of both the ruler and the public and has provided an excellent state administration. Therefore, where intellectual foundations can be found for the contemporary concept of administration in the light of Islamic teachings, Islamic teachings can also be used for its sustainability.
While highlighting the modern concept of administration, this article has attempted to explore its Islamic foundations, showing how the modern concept of administration can be stabilized and developed in the light of Islamic teachings. The article is divided into four sections:
The first section describes the importance of administration. In the second section, a brief introduction of the modern concept of administration and especially the administrative structure of Islamic Republic of Pakistan has been given. In the third section, the basic characteristics of an ideal administration are described.

Finally, in the fourth section, while highlighting the Islamic foundations of the modern concept of administration, the ways and methodology of further development in the modern concept of administration on the basis of Islamic teachings is explored.

Keywords: Society, Government, Management, Administration, Islamic teachings.

خلاصہ

انسان ایک اجتماعیت پسند اور سماجی مخلوق ہے جس کا سماج اور معاشرے کے بغیر زندگی گزارنا ناممکن ہے۔ لیکن معاشرے کی بقا کا دار ومدار سماجی نظم و ضبط پر ہے۔ سماجی نظم وضبط کی بشری تاریخ میں کئی مثالیں موجود ہیں لیکن اس کا عصری اور جدید تصوّر، مملکت داری اور حکومت کا تصوّر ہے جو بذات خود انتظامیہ کے جدید تصوّر کے بغیر ادھورا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں نظم و نسق کا فقدان اسے تباہی کے دہانے لا کھڑا کرتا ہے۔ اگر ایک معاشرے پر نظم و نسق کی حکمرانی نہ ہو تو انسانی زندگی سہل ہو سکتی ہے، نہ معاشرے کے اجتماعی توازن کو برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ اس مشکل کا راہِ حل ایسے سماجی انتظامات اور اداروں کا قیام ہے جو نہ لوگوں کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کا تعین کریں اور حفاظت کریں، بلکہ صرف لوگوں کو معاشرتی جدوجہد پر ابھاریں۔

دوسری طرف اسلام، دینِ انسانیت ہے۔ اور یہ انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا مکمل ضابطہ ہے۔ لہٰذا اسلام کے تصوّرِ اجتماعیت میں انتظامیہ کا وجود ناگزیر ہے۔ اسلام نے حاکم اور رعایا، سب کے لئے اپنے اپنے فرائض کا تعین کیا ہے اور ایک بہترین ریاستی نظم و نسق فراہم فرمایا ہے۔ لہٰذا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انتظامیہ کے معاصر تصوّر کے لئے جہاں فکری بنیادیں تلاش کی جاسکتی ہیں، وہاں اس کی پائیداری کے لئے بھی اسلامی تعلیمات کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں جہاں انتظامیہ کا جدید تصوّر اجاگر کیا گیا ہے، وہاں اس کی اسلامی بنیادوں کو بھی ڈھونڈا گیا ہے اور یہ اجاگر کیا گیا ہے کہ انتظامیہ کے جدید تصوّر کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کیسے مستحکم اور استوار بنایا جاسکتا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے اس مقالے کو چار حصوّں میں ترتیب دیا ہے۔ پہلے حصے میں انتظامیہ کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں انتظامیہ کے جدید تصور اور بالخصوص مملکت خداداد پاکستان کے انتظامی ڈھانچے کا اجمالی تعارف کروایا گیا ہے۔ تیسرے حصے میں ایک مثالی انتظامیہ کی بنیادی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اور چوتھے حصے میں اسلامی تعلیمات اور صدرِ اسلام کے انتظامی ڈھانچے کی روشنی میں انتظامیہ کے جدید تصوّر کی اسلامی بنیادیں اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ، ان تعلیمات کی اساس پر انتظامیہ کے جدید تصوّر کو مزید استوار کرنے کی راہ وروش بیان کی گئی ہے۔

کلیدی کلمات: معاشرہ، حکومت، انتظامات، انتظامیہ، اسلامی تعلیمات۔

1۔ انسانی سماج میں انتظامیہ کی اہمیت

کسی بھی ملک کے استحکام کا انحصار اس کی گورننس پر ہوتا ہے اور انتظامیہ گورننس میں انتہائی اہم کردار ادا کرتی ہے۔اس میں وہ تمام انتظامی مشینری شامل ہوتی ہے جو ملکی نظام کو درست سمت میں گامزن رکھتی ہے۔دور جدید میں انتظامیہ میں سیاسی اور غیر سیاسی انتظامیہ شامل ہوتی ہےجو اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنے اپنے فرائض سرانجام دیتی ہیں-تاہم بہترین انتظامی کارکردگی کے لئے انتظامی عہدیداروں کا تقرر اہلیت کی بنیاد پر ہونا چاہیے-ان عہدیداروں کو اپنی حدود میں رکھنے اور اختیارات کے ناجائز استعمال سے روکنے کے لئے انھیں جوابدہ ٹھہرانا چاہیے۔دور نبوی اور دور علی علیہ سلام میں انتظامی عہدیداران کا تقرر نہ صرف اہلیت کی بناپر ہوتا بلکہ بدعنوانی سے بچاؤ کے لئے انھیں احتسابی نظام کا پابند کیا جاتا۔ان ادوار کے مثالی انتظامی اقدامات بلاشبہ جدید دور کی انتظامیہ کے لئے مشعل راہ ہیں۔انحصار ریاست کے سربراہ اور انتظامیہ پر ہوتا ہے جو ریاستی نظم ونسق کا ضامن ہوتے ہیں۔لہٰذا حکومت کے استحکام میں انتظامیہ کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

ابن خلدون وزارت کو تمام حکومتی شعبوں میں بنیادی اہمیت کا حامل قرار دیتے ہیں۔"[1] ریاست کا انتظامی سربراہ ان وزراء کی مدد سے نہ صرف ریاستی معاملات کی انجام دہی میں مصروف عمل رہتا ہے بلکہ ریاست کو درپیش مسائل کا احسن حل تجویز کرتا ہے۔ امام ماوردی وزارت کی اقسام میں وزارتِ تفویض اور وزراتِ تنفیذ کو شامل کرتے ہیں۔[2]وزیر تفویض کو انتہائی اہم ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں یہ اپنے ماتحت افسران کی بدولت تمام متعلقہ امور کو مناسب طریقے سے بجالانے کی حکمت عملی ترتیب دیتا ہے۔ ریاست کے نظم و نسق میں بہتری لانا،فوج کی تنظیم اور ملکی دفاع کے لئے اسے جدید ہتھیاروں کی بروقت فراہمی کے اقدامات، افراد ریاست کے مال واسباب کی حفاظت کے لئے مناسب اقدامات اور ملک کے تمام شعبوں کی ترقی وکارکردگی کا جائزہ لے کراُن کی بہتری کے اقدامات کرنا اور دیگر انتظامی امور کے فیصلے کرنا اس کے بنیادی اختیارات میں شامل ہوتا ہے۔اس کے اعمال کی نگرانی خلیفہ کرتا ہے۔

وزیر اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ کو اپنے تمام فیصلوں سے آگاہ رکھے تاکہ وہ مطلق العنان نہ بن سکے تاہم عہدہ دزارت پر حکام کے تقرر میں نگرانی اور نیابت دونوں طرح کے اختیارات موجود ہوں گے تو وزارت کہلائی جائی گی۔[3] آج کل پارلیمانی نظام میں وزیر تفویض کے لئے وزیراعظم کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔اس نظام میں ملک کا انتظامی سربراہ وزیراعظم ہوتا ہے جو اپنی کابینہ کے ذریعے ملکی انتظامی حالات کی بہتری کا ذمے دار ہوتا ہے۔وزارت کی دوسری قسم وزارت تنفیذ کہلاتی ہے۔ دورجدید میں اس کے اختیارات میں وزارت تفویض کے فیصلوں پر عمل درآمد کرانا سرفہرست ہے۔[4] بہرصورت، مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں کسی بھی ریاست کے

داخلی استحکام کے لئے اس کے نظم و نسق کا موثر ہونا ضروری ہے اور اس نظم و نسق کو بہتر طریقے سے چلانے کے لئے انتظامیہ کا تصور سامنے آتا ہے۔

2۔ انتظامیہ کا جدید تصوّر

پاکستان سمیت کم و بیش دنیا کے اکثر ممالک میں انتظامیہ کا جدید تصوّر اور ڈھانچہ کچھ اس طرح کا ہے کہ بنیادی طور پر انتظامیہ دو اقسام میں تقسیم ہوتی ہے:

2-1۔ غیر سیاسی انتظامیہ

غیر سیاسی انتظامیہ میں ایسے سرکاری ملازم شامل ہوتے ہیں جو باقاعدہ تنخواہ پر کام کرتے ہیں۔ جن میں وزارتوں کے سیکرٹری اور مختلف محکموں کے اعلیٰ سربراہان شامل ہوتے ہیں۔ یہ ہر دور حکومت میں اپنے فرائض سرانجام دیتے رہتے ہیں اور حکومتیں تبدیل ہونے سے ان کی ملازمتوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان دونوں طرح کی انتظامیہ کی تقرری کے قواعد اور ان کے اختیارات آئین میں درج ہوتے ہیں۔[5] ڈاکٹر ضیاء الحق سول انتظامیہ کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ وہ افراد جو ایسے سرکاری عہدوں پر فائز کیے جاتے ہوں جو سیاست دانوں، ججوں اور فوجیوں کے لئے مخصوص نہ ہوں سول انتظامیہ عہدیدار کہلاتے ہیں۔[6]

غیر سیاسی انتظامیہ کے ملازمین کو مکمل آئینی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ یہ لوگ ہر دور حکومت میں اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کو کسی ٹھوس وجہ کے بغیر ملازمت سے برخاست نہیں کیا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات کچھ ممالک میں غیر سیاسی انتظامیہ مختلف انتظامی معاملات پر اپنی گرفت اس حد تک مضبوط کرلیتی ہے کہ انتظامی فیصلوں کا اطلاق یا عدم اطلاق ان کی رضا کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ صورت حال بیوروکریسی کے اثرات کہلاتی ہے۔ اس صورت میں سیاسی انتظامیہ کا کردار محدود ہوجاتا ہے اور بیوروکریسی کو لامحدود اختیارات حاصل ہوجوتے ہیں۔

بیوروکریسی کی ابتدا کا سہرہ برطانیہ کے سر ہے کہ جہاں اس کا آغاز مشروط طریقے سے ہوا۔ اسے سول سروس کہا جاتا ہے۔ جہاں کمپنی کا مالک کمپنی کے خاص ملازموں کو مخصوص مراعات دے کر افسر تعینات کرتا اور بدلے میں لوگوں سے تحائف و تجارت سے منع کرتا تاکہ وہ اپنا کام دیانتداری سے انجام دیں بعد میں اس انتخاب کے لیے امتحانی مقابلہ کے طریقہ کار کو متعارف کرایا گیا۔ جس کا انتظام سول سروس کے کمشنر کے ذمے ہوتا۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ جمہوری نظام کو کامیاب بنانے میں برطانیہ کی سول سروس نے اہم کردار ادا کیا۔[7]

پاکستان میں سول سروس کو پاکستان سپیریئر سروس کا نام دیا گیا۔ اس کے دو بڑے حصے ہیں مرکزی سول سروسز اور صوبائی سول سروسز، مرکزی سول سروسز میں قابلیت اور مہارت کی بنا پر گروپ بندی کی گئی ہے صوبائی سطح پر

اعلیٰ عہدوں پر جو افسران تعینات ہوتے ہیں وہ مرکزی سروسز سے ہوتے ہیں۔ یہ افسران صوبائی انتظامیہ کی نگرانی میں کام کرتے ہیں لیکن ان کی تعیناتی، تبادلے اور شرائط ملازمت جیسے معاملات مرکزی حکومت ہی طے کرتی ہے۔صوبائی سطح کی زیادہ تر ملازمتیں صوبائی حکومتوں کے دائرہ اختیار میں ہوتی ہیں۔ان پر تقرر و تبدیلی صوبائی حکومتوں کی مرضی سے ہوتی ہے۔اس کے چار درجات ہیں۔

1. درجہ اول میں شامل افراد میں حکومت کی نیابت کرنے والے افسران شامل ہوتے ہیں یہ ملک کے انتہائی اہم عہدوں پر فائز ہوتے ہیں۔
2. درجہ دوم کے افسران کے تقرر و تبادلے کے احکامات گزٹ میں شائع ہونے پر انہیں گزیٹڈ افسران کہا جاتا ہے۔
3. درجہ سوم میں شامل ملازمین جو دفتری معاملات کی تکمیل میں مدد و معاون ہوتے ہیں۔
4. درجہ چہارم میں شامل سرکاری ملازم جو نچلے دفتری عملے اور چپڑاسیوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔[8]

سول سروس کے متعین درجوں میں سروسز کیڈرز اور کیڈر ایکس شامل ہیں۔ کیڈر سروس کو منظّم کرنے کے لیے ایک خاص قانون بنایا جاتا ہے ان کے لیے سترہویں سکیل میں ملازمت حاصل کرنا بنیادی شرط ہے۔ جبکہ ان کے لیے مقابلے کا امتحان پاس کرنا ضروری ہے جسے سنٹرل سپیریئر امتحان کہا جاتا ہے۔[9]

ملک میں اعلیٰ انتظامیہ کے لیے سی۔ ایس۔ پی افسران تعینات کئے جاتے ہیں اوران کو قواعد و قوانین کے تحت ایسے اقدامات کرنے کے اختیارات دیئے جاتے ہیں جن سے بے ضابطگیوں کی روک تھام ہوسکے۔ یہ تمام افسران اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنی انتظامی ذمے داریاں سرانجام دیتے ہیں اور اپنے متعلقہ تحصیل، ضلع یا ڈویژن میں امن وامان سمیت تمام انتظامی امور کے نگران ہوتے ہیں۔

2-2۔سیاسی انتظامیہ

سیاسی انتظامیہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے سیاسی عمل سے منتخب ہوتی ہے ان کا انتخاب ووٹوں کے ذریعے ہوتا ہے اور پھر یہ پارلیمان میں لوگوں کی آواز پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ نمائندے سیاسی انتظامیہ کا حصہ ہوتے ہیں۔ جبکہ دوسری قسم غیر سیاسی انتظامیہ کہلاتی ہے۔ اس کے تحت افراد کی تعیناتی ذہانت و قابلیت کی بناء پر کی جاتی ہے اور شفافیت کے حصول کی خاطر یہ سارا کام باقاعدہ امتحانی نظام کے تحت عمل میں آتا ہے۔ مفتی تقی عثمانی انتظامیہ کی اقسام بیان کرتے ہوئے اس کی پہلی قسم کو سیاسی انتظامیہ جبکہ دوسری کو غیر سیاسی انتظامیہ (سول سروس) کہتے ہیں۔ سیاسی انتظامیہ کے افراد جمہوری عمل کے ذریعے سامنے آتے ہیں۔ان لوگوں کی مدت ملازمت زیادہ سے زیادہ

پانچ سال ہوتی ہے۔ ان میں وزیراعظم اور وفاقی وزراء شامل ہوتے ہیں۔[10] تاہم پانچ سال سے پہلے بھی تحریک عدم اعتماد کے ذریعے وزیراعظم کو عہدہ چھوڑنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

2-2-1۔ سیاسی انتظامیہ کا ڈھانچہ

سیاسی انتظامیہ دو طرح کی ہوتی ہے۔ پارلیمانی نظام میں اختیارات کا ماخذ وزیراعظم ہوتا ہے جو اپنی مرضی سے اپنی کابینہ تشکیل دیتا ہے۔ اس نظام میں صدر کا وجود تو ہوتا ہے پر اس کے اختیارات برائے نام ہی ہوتے ہیں اور اصل انتظامی طاقت کی حامل ذات وزیراعظم ہی ہوتا ہے۔ پاکستان اور بھارت سمیت دنیا کے بہت سے ممالک میں یہ نظام رائج ہے۔ صداتی نظام جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس میں بنیادی اختیارات صدر کو حاصل ہوتے ہیں۔ ایسے ممالک جہاں صدارتی نظام رائج ہوتا ہے وہاں تمام تر اختیارات صدر کو حاصل ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں اس نظام کی بہترین مثال امریکہ کا صدارتی نظام ہے۔ لیکن وہاں مقنّنہ، عدلیہ اور انتظامیہ تینوں نہ صرف الگ الگ ہیں بلکہ خود مختار بھی ہیں۔ ان کا سربراہ صدر ہوتا ہے جبکہ مقنّنہ جو کانگرس کہلاتی ہے وہ دونوں ایوانوں، ایوان نمائندگان اور سینٹ پر مشتمل ہوتی ہے۔[11] مقنّنہ کے بھی دو قسم کے نظام ہوتے ہیں:

1) ایک ایوانی مقنّنہ: جس میں ایک ہی مقنّنہ ہوتی ہے جو قانون سازی اس کی طرف سے ہو اسے فورا منظور کرکے اس پر عمل درآمد شروع کر دیا جاتا ہے۔

2) دوایوانی مقنّنہ: جس میں ایوان بالا اور ایوان زیریں ہوتے ہیں۔ ایوان بالا کو پاکستان مین سینیٹ، بھارت میں راجیہ سبھا، امریکہ میں سینیٹ اور برطانیہ میں دارالامرا کہا جاتا ہے۔ ان دوایوانوں کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایوان زیریں کے بنائے ہوئے قوانین پر ایوان بالا میں بھی بحث ہوتی ہے پھر انتہائی غور و فکر کے بعد ان کے اطلاق یا عدم اطلاق کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔[12]

پاکستان میں قومی اسمبلی کی اکثریت وزیراعظم کا فیصلہ کرتی ہے۔ جس پارٹی کو اکثریت ہو اسے حکومت بنانے کا کہا جاتا ہے اور یوں وہ جماعت وزیراعظم کا انتخاب کرتی ہے۔ وزیراعظم اپنے وزراء کا تقرر کرتا ہے۔ ان میں وزیراعلیٰ اور گورنر شامل ہوتے ہیں پھر وزیراعلیٰ پنی صوبائی کابینہ کا انتخاب کرتا ہے۔ اس کابینہ کے ذریعے ملکی نظم و نسق کو بہترین بنانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔

صدر مملکت

کسی بھی مملکت کے آئینی و انتظامی معاملات کی انجام دہی میں صدر کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ صدارتی نظام کے حامل ممالک میں صدر آئینی معاملات کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ انتظامی امور کا سربراہ بھی ہوتا ہے۔ پاکستان اور بھارت جیسے ممالک جہاں پارلیمانی نظام کے تحت انتظامی اختیارات کا سربراہ وزیراعظم ہوتا ہے لیکن ایسے ممالک

میں بھی صدر کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور یہ ریاست کا آئینی سربراہ ہوتا ہے۔ قومی اسمبلی کا ہر رکن صدر منتخب ہونے کا اہل ہوتا ہے۔ تاہم اس کی نامزدگی اکثریتی پارٹی کے ارکان باہم مشاورت سے کرتے ہیں۔ آئین کے مطابق دونوں ایوانوں اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان صدر کا انتخاب کرتے ہیں۔ کوئی بھی شخص متواتر دوبار سے زائد اس عہدہ پر فائز نہیں رہ سکتا۔[13] پاکستان میں صدر مملکت کا حلف چیف جسٹس آف پاکستان لیتا ہے۔

وزیر اعظم

پارلیمانی نظام میں انتظامیہ کا سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے جس کا انتخاب سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے انتخاب کے بعد عمل میں لایا جاتا ہے۔ وزیر اعظم قومی اسمبلی کے ارکان میں سے ہوتا ہے اور صدر کی طرف سے وزیر اعظم کو عہدہ سنبھالنے کی دعوت دی جاتی ہے صدر ہی وزیر اعظم سے حلف لیتا ہے۔

وفاقی کابینہ

صدر مملکت کو اپنے فرائض منصبی کو سہل بنانے کے لیے مدد اور مشورے کی ضرورت ہوتی ہے اس مقصد کے پیش نظر وزراء کی ایک کابینہ بنائی جاتی ہے جس کا سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے۔ ساری کابینہ بشمول وزرائے مملکت مجموعی طور پر سینٹ اور قومی اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے۔[14]

وفاقی وزراء اور وزرائے مملکت

وفاقی وزراء کا تقرر صدر کرتا ہے لیکن اس تقرری میں وزیر اعظم کا مشورہ شامل ہوتا ہے۔ وفاقی وزرا اور وزرائے مملکت کا حلف صدر مملکت لیتا ہے۔ تقریب حلف برداری کے بعد یہ وزراء اپنی آئینی ذمے داریاں سرانجام دینے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

مشیر و معاونین خصوصی

مختلف انتظامی امور کی انجام دہی میں مشاورت کے لیے مشیران کا تقرر کیا جاتا ہے۔ ان کی کوئی متعین تعداد نہیں ہوتی۔ وزیر اعظم جب چاہے اور جسے چاہے اپنا مشیر نامزد کر سکتا ہے۔ معاونین کا تقرر و فرائض منصبی کا تعین وزیر اعظم ہی کرتا ہے۔ ان کی تعداد بھی مخصوص نہیں ہوتی۔ وزیر اعظم اپنی منشاء سے ضرورت کے مطابق ان کی تعداد میں کمی بیشی کر سکتا ہے۔ مشیر و معاونین کے لئے قومی اسمبلی کا رکن ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

اٹارنی جنرل

ریاست کو تمام قانونی امور میں مشورے اور راہنمائی فراہم کرنے کا کام اٹارنی جنرل کا ہوتا ہے۔ یہ ریاست کا سب سے بڑا افسر ہوتا ہے۔ پاکستان میں اسے اٹارنی جنرل آف پاکستان کہا جاتا ہے۔

2-2-2۔ وفاقی حکومت کا انتظامی اختیار

وفاق کے انتظامی اختیارات وزیراعظم اور وفاقی کابینہ کے سپرد ہوتے ہیں۔ وفاقی حکومت وفاق کے زیر سایہ چند آزاد حکومتوں کے ذریعے ایک متحدہ حکومت قائم کرتی ہے۔[15] وفاق کا منتظم اعلیٰ وزیراعظم ہوتا ہے اور وہ وفاقی وزراء کی مدد سے کارہائے منصبی سرانجام دیتا ہے۔ آئین کی رو سے وفاقی حکومت کے تمام انتظامی اختیارات صدر مملکت کے نام سے جاری ہوتے ہیں۔[16] آئین وفاقی حکومت پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ اپنے تمام متعلقہ امور کی انجام دہی کے لئے مناسب قواعد وضع کرے۔[17] آئین کی روشنی میں انتظامی اقدامات کو سہل بنانے اور ملکی مسائل کے حل کے پیش نظر وفاقی حکومت ریاست کو انتظامی اکائیوں یعنی ڈویژن میں تقسیم کرتی ہے۔ ہر وزارت میں ایک یا ایک سے زیادہ ڈویژن شامل ہوتے ہیں۔ ایک ڈویژن کی مثال وزارت خارجہ ہے جس میں صرف خارجی امور سے متعلقہ معاملات کو دیکھا جاتا ہے جبکہ زیادہ ڈویژنوں میں وزارت مالیات و محاصل اور منصوبہ بندی شامل ہیں جس میں تین ڈویژن شامل ہوتے ہیں۔ یہ تمام ڈویژن اور وزاتیں مجموعی طور پر وفاقی سیکرٹریٹ کہلاتی ہیں۔ ہر ڈویژن کا سرکاری سربراہ سیکرٹری کہلاتا ہے جس کے ماتحت تمام متعلقہ عہدیدار کام کرتے ہیں۔[18]

ڈویژن کی پالیسی کی تشکیل اور تمام متعلقہ امور سے وزیراعظم کو آگاہ رکھنے کی ذمے داری متعلقہ وزیر کی ہوتی ہے۔ تاہم اس کام میں وزیر کی مدد سیکرٹری کرتا ہے۔ وزیر کے لئے سیکرٹری کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسے وزیراعظم کے لئے اس کے وزراء کی۔ ان کا کام وزیر کے کام کو سہل بنانا ہوتا ہے۔ سیکرٹری کے معاملات کی انجام دہی میں اس کی مدد اس کے ماتحت افسران کرتے ہیں جن میں ڈپٹی سیکرٹری، ایڈیشنل وجائینٹ سیکرٹری شامل ہوتے ہیں۔[19] یوں مندرجہ بالا عہدیداران کی شرکت اور تعاون سے وفاقی انتظامیہ اپنی ذمے داریوں سے عہدہ براں ہونے میں کامیاب ہوتی ہے۔

2-2-3۔ صوبائی انتظامیہ

صوبوں کے معاملات کو نمٹانے کے لئے صوبائی انتظامیہ اپنے اپنے دائرہ کار میں انتظامی اختیارات کو بجالاتے ہوئے خدمات سرانجام دیتی ہے۔ صوبائی حکومت کا سرپرست اعلیٰ وزیر اعلیٰ کہلاتا ہے جو صوبائی اسمبلی کے اراکین کی ووٹوں سے منتخب ہوتا ہے۔ وزیراعلیٰ کی سربراہی میں صوبائی وزراء پر مشتمل کابینہ آئین کے مطابق گورنر کے فرائض کی ادائیگی میں ممدومعاون ثابت ہوتی ہے۔ صوبائی حکومت کے سرکاری کام سرانجام دینے والے محکموں کا مجموعہ صوبائی سیکرٹریٹ کہلاتا ہے۔ اس کا سرپرست چیف سیکرٹری ہوتا ہے۔ چیف سیکرٹری صوبائی کابینہ کے سیکرٹری کے فرائض بھی ادا کرتا ہے۔ اس کا کام تمام محکموں کی سرگرمیوں کی نگرانی کرنا ہے۔ وزیراعلی کسی ایک یا ایک سے زائد محکموں کو کسی وزیر کی تحویل میں دیتا ہے۔ صوبے کے تمام امور کی انجام دہی صوبائی قواعدکار اور افسران بالا کی ہدایت کے مطابق کی جاتی ہے۔[20]

گورنر

صوبے کا آئینی سربراہ گورنر کہلاتا ہے۔ صوبے میں اس کی حیثیت بالکل ویسی ہوتی ہے جیسی وفاق میں صدر کی ہوتی ہے۔ اس کا تعین وفاقی حکومت کرتی ہے اور یہ وفاق کے نمائندے کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ وزیر اعلیٰ گورنر کو تمام معاملات سے آگاہ رکھنے کا آئینی طور پر پابند ہوتا ہے۔ صوبائی حکومت اپنے تمام اختیارات اسی کے نام پر استعمال کرتی ہے۔ انتظامی معاملات میں بد نظمی اور انتشار کی صورت میں گورنر انتظامی مشینری کی بھاگ دوڑ خود اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ اس صورت حال کو گورنر راج کہا جاتا ہے جسے وزیر اعظم کی درخواست پر صدر مملکت لاگو کرتا ہے۔ اس صورت میں وزیر اعلیٰ اور صوبائی کابینہ غیر فعال ہو جاتی ہے اور تمام اختیارات ایک خاص مدت کے لئے گورنر کے پاس آجاتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ

صوبائی سطح پر انتظامیہ کا سربراہ وزیر اعلی ہوتا ہے اس کی صوبے میں وہی حیثیت ہوتی ہے جو ملکی سطح پر وزیر اعظم کی ہوتی ہے۔ گورنر صرف رسمی سربراہ ہوتا ہے اصل سربراہی وزیر اعلی ہی کی ہوتی ہے۔ صوبائی وزراء وزیر اعلیٰ کو جواب دہ ہوتے ہیں جب کہ وزیر اعلیٰ صوبائی کابینہ کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔[21] اگرچہ وزیر اعلیٰ کو وسیع انتظامی اختیارات حاصل ہوتے ہیں تاہم وہ گورنر کو ان تمام قانونی اور انتظامی پہلوؤں سے آگاہ رکھنے کا پابند ہوتا ہے جو اس کی کابینہ صوبائی اسمبلی کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہو نیز وزیر اعلیٰ گورنر کو صوبے کے حالات سے مسلسل آگاہ رکھتا ہے۔

صوبائی وزراء کا انتخاب

صوبائی وزراء کا تقرر اگرچہ وزیر اعلیٰ کرتا ہے تاہم اس میں اسے گورنر کا مکمل تعاون اور راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ان وزراء کی تعیناتی سے قبل ان کے ناموں کی گورنر سے توثیق کرانا لازم ہوتی ہے۔ گورنر کی طرف سے توثیق کے بعد ان وزراء کی باقاعدہ حلف برداری ہوتی ہے۔ انتظامی معاملات میں درستگی کی خاطر اقتدار کو نچلی سطح پر منتقل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ڈویژن کی سطح پر کیشنر جبکہ ضلع و تحصیل میں بالترتیب ڈپٹی کیشنر اور اسسٹنٹ کیشنر کی تعیناتی عمل میں لائی جاتی ہے۔ شہروں میں یونین کونسل اور میونسپل کمیٹیاں انتظامی فرائض سرانجام دیتی ہیں۔ توگاؤں میں یہ کام یونین کونسل اور ٹاؤن کمیٹیاں کرتی ہیں۔[22]

4-2-2۔ ضلعی انتظامیہ

ہر ضلع کی انتظامیہ اپنے اپنے ضلع میں انتظامی امور کی ذمے دار ہوتی ہے۔ اس کا کام ضلع میں امن وامان کے قیام کے ساتھ ساتھ لوگوں کی جائیداد کے تحفظ کے لئے زمین کی ملکیت کا اندراج محفوظ رکھنا، قانون کی حکمرانی قائم

کرکے جرائم کی روک تھام کرنا، ضلع کی ترقی کے لئے پروگرام تشکیل دینااور مرکزی حکومت کی انضباطی اور قانونی کاروائیوں کی تکمیل کرنا شامل ہے۔[23] ضلعی انتظامیہ کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے پر وہ انتظامی اصلاح کے لئے پولیس کی مدد کی محتاج ہوتی ہے۔ اس لیے ان دونوں اداروں کو مسائل کے حل کے لئے مل کرکام کرناپڑتا ہے۔

3۔مثالی انتظامیہ کی خصوصیات

انتظامیہ چاہے غیر سیاسی ہو یا سیاسی، اُس وقت ایک مثالی انتظامیہ قرار دی جاسکتی ہے جب وہ ملک کے لئے نہ تنہا بہترین پالیسی تشکیل دے، بلکہ اس پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کی ضمانت فراہم کرے۔ایک مثالی انتظامیہ کی تشکیل کی بنیادی شرط، انتظامی عہدوں پر فائز افراد اور افسران کی اہلیت و قابلیت پر ہوتا ہے۔ یہ امر اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ حکومتی مشینری میں عوامی شرکت کو یقینی نہ بنایا جائے۔

ایک مثالی انتظامیہ میں حکمران، حاکم نہیں، بلکہ خادم کی حیثیت رکھتا ہے۔ حکمران کا یہ فرض ہے کہ وہ ریاست کے لئے قوانین تشکیل دے اور ان قوانین پر عمل درآمد یقینی بنائے۔ اس کام کو حکمران، مقنّنہ، عدلیہ اور انتظامیہ کی مدد سے پایہ تکمیل کو پہنچاتا ہے۔مقنّنہ کا فرض ہے کہ وہ ریاست کو قوانین فراہم کرے۔ عدلیہ کا کام نہ صرف عوام کو انصاف کی فراہمی ہے بلکہ ان قوانین پر عمل درآمد کو یقینی بنانا بھی ہے۔ جبکہ انتظامیہ کا اولین مقصد ملکی نظم و نسق کو بہترین طریقے سے چلانا ہے۔ ریاستی نظام کے استحکام کے لئے ان تمام اداروں کا تعاون اور ایک دوسرے کے کام میں عدم مداخلت انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ افضل الرحمٰن اعضائے ریاست کے اختیارات اور باہم تعلقات کے بارے میں لکھتے ہیں:

The Executive branch performs the duties under the supervision of Head of the State according to law.tha law is vital and supreme.[24]

"انتظامیہ اپنی ذمہ داریاں سربراہ ریاست کی نگرانی میں انجام دیتی ہے۔ قانون ہی سب سے اعلیٰ اور بالاتر حیثیت رکھتا ہے۔"

ریاست کا انتظام بہترین طریقے سے چلانے کے لیے تمام اداروں کا قانون کے ماتحت ہونا ضروری ہے۔انتظامیہ کی یہ ذمے داری ہے کہ وہ مقنّنہ اور عدلیہ کی ضروریات کا خیال رکھے اور مقنّنہ اور عدلیہ کے فیصلوں کے نفاذ کا انتظام کرے جبکہ عدلیہ کے اختیارات میں انتظامیہ اور مقنّنہ کو راہنمائی فراہم کرنااور انہیں پابند کرنا شامل ہے۔غرض یہ تینوں ادارے ایک دوسرے کی مدد سے چلتے ہیں۔ مثالی طرز حکومت کے لیے ضروری ہے کہ یہ تینوں اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے فرائض سرانجام دیں اور ایک دوسرے کے کام میں مداخلت نہ کریں۔لیکن دورِ حاضر میں ریاستوں کو درپیش شدید قانونی وانتظامی مسائل کی وجہ سے مقنّنہ، عدلیہ اور انتظامیہ اپنا الگ وجود اور

ذمے داریاں رکھتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ایک مثالی انتظامیہ کی تشکیل ہی بہترین ریاست کی راہ ہموار کرتی ہے۔اور مثالی انتظامیہ کی بہترین تشکیل میں درج ذیل امور کا خاص خیال رکھنا بہت ضروری ہے:

3-1۔ قابلیت کی بنیاد پر تقرری

انتظامی ادارے اور ان کی کارکردگی کسی بھی ملک کی سلامتی و استحکام کے لیے انتہائی اہم ہوتی ہے۔ کیونکہ ان اداروں کی کارکردگی ان میں تعینات افراد کی مرہون منت ہوتی ہے اس لئے انتظامی عہدوں پر تعیناتی میں اہلیت و قابلیت کو خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ عالمی بینک اہلیت و قابلیت کی اہمیت میں لکھتا ہے:

Meritocracy is a key element in recruitment and selection.It has the greatest impact on overall performance .[25]

تقرری اور انتخاب میں قابلیت (میرٹ) کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس سے انتظامیہ کی مجموعی کارکردگی پر دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

3-2۔ عہدہ بطور امانت

انتظامیہ کے عہدیدارن کو انتظامی معاملات کی انجام دہی کے سلسلے میں وسیع اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ مثالی طرز حکومت کے تحت انتظامی افسران کا یہ فرض ہے کہ وہ سرکاری عہدے کو امانت سمجھتے ہوئے اس کا ناجائز استعمال نہ کریں۔ عوامی عہدے کو ذاتی فائدے کے لئے استعمال کرنے کو بدعنوانی کے زمرے میں شامل کیا جاتا ہے۔ لہٰذا سرکاری عہدہ ان لوگوں کے سپرد کرنا چاہیے جو نہ صرف اس کے اہل ہوں بلکہ اس عہدہ کو امانت سمجھ کر اس میں خیانت کے مرتکب نہ ہوں۔

3-3۔ فعال احتسابی نظام

انتظامی اداروں کی اصلاح کے لئے مضبوط اور فعال احتسابی نظام ناگزیر ہے۔ جب انتظامی اداروں اور اہلکاروں کو اپنی جواب دہی کا خوف ہو تو اسی صورت میں اختیارات کے ناجائز استعمال سے بچاؤ ممکن ہے۔ بصورت دیگر بدعنوانی اور عہدوں کا ناجائز استعمال عام وطیرہ ہوگا اور اہلیت و قابلیت جیسی صفات دب کے رہ جائیں گی۔

Accountability is an important part of administration.Both elected and appointed officials work for public.Their wages are paid by the money of taxes so they are destinied to meet expectations and remain accountable for their acts.[26]

احتساب انتظامیہ کا حصہ ہے۔ منتخب اور مقرر کیے ہوئے سرکاری عہدیداران عوام کے لئے مصروف عمل ہوتے ہیں۔ ان کی تنخواہیں عوام کے ٹیکس کے پیسوں سے ادا ہوتی ہیں اس لئے وہ لوگوں کی توقعات پر پورا اترنے اور اپنے

کام کے لئے جواب دہ ہیں۔ تاہم احتسابی عمل کی کامیابی کے لئے اس کا تسلسل ضروری ہے جیسا کہ امام غزالی لکھتے ہیں: عملِ احتساب کا مستقل اور تدریجاً اجراء ضروری ہے۔[27]

انسانی معاشروں کے لئے احتساب دوہرے فوائد فراہم کرتا ہے۔ اس سے بیک وقت مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے اور عقل مندوں کے لئے عبرت کا نشان بنانے میں مدد ملتی ہے۔ اس کے ذریعے جرائم کا خاتمہ کرکے معاشرتی آسودگی کا حصول ممکن ہے۔ ایسے تمام معاشرے جہاں احتسابی عمل کمزور ہے وہاں بدامنی اور لاقانونیت کا راج ہوتا ہے۔ اس صورت میں طاقت ور ہمیشہ جابر اور کمزور مظلوم ہوتا ہے۔ احتسابی عمل کی اسی اہمیت کے پیش نظر پاکستان میں بھی مختلف ادوار میں احتسابی عمل کو فعال بنانے کے خاطر خواہ اقدامات کئے گئے ہیں۔ پاکستان میں احتسابی عمل کا آغاز ۱۹۴۹ء میں ایوب خان نے کیا۔ انہوں نے دوہزار رشوت خور اور نااہل افسروں کو ملازمت سے نکال دیا۔ لیکن اس کا کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوا اور کچھ عرصے بعد انتظامیہ پھر اسی راستے پر چل پڑی۔[28]

4۔ انتظامیہ کی اسلامی بنیادیں

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نہ فقط انسانی سماج، بلکہ پوری کائنات کی بقاء کا راز، اُس پر حاکم نظم و ضبط میں ہے۔ کائنات کا ثبات و تسلسل بھی انتظامی معاملات کی درستگی کا مرہون منت قرار دیا گیا۔ قرآن میں ارشاد ہے: وَهُوَالَّذِیۡ خَلَقَ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَوَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ-كُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ یَّسۡبَحُوۡنَ (33:21) ترجمہ: ''اور وہ اللّٰہ ہی ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔" اس نظام میں رات، دن اور سورج اور چاند سب اپنا اپنا کام سرانجام دیتے ہیں تاکہ کوئی خلل واقع نہ ہو۔ ''نظام شمسی کی ترتیب و نظم کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَ لَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَ كُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ یَّسۡبَحُوۡنَ (40:36) ترجمہ: ''نہ سورج کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آ سکتی ہے اور ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔''

بنابریں، اسلامی تعلیمات کے مطابق نہ کائنات اور انسانی سماج کی بقاء کا راز، نظم و ضبط پر ہے۔ لہٰذا اسلام کے تصوّرِ اجتماعیت میں حاکمیت اور انتظامیہ کا وجود ناگزیر ہے۔ اسلام کے تصوّرِ حاکمیت کے حوالے سے رسول اکرمؐ کا فرمان ہے:

الْإِسْلَامُ وَالسُّلْطَانُ أَخَوَانِ، لَا يَصْلُحُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا إِلَّا بِصَاحِبِهِ، فَالْإِسْلَامُ أُسٌّ وَالسُّلْطَانُ حَارِسٌ، وَمَا لَا أُسَّ لَهُ مُنْهَدِمٌ، وَمَا لَا حَارِسَ لَهُ ضَائِعٌ[29]

یعنی: ''اسلام اور بادشاہ (حکمران) بھائی ہیں ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ اسلام بنیاد فراہم کرتا ہے اور سلطان اس کی حفاظت کرتا ہے۔ لہٰذا جس چیز کی بنیاد نہ ہو وہ منہدم اور جس چیز کوئی رکھوالا نہ ہو وہ ضائع ہو جاتی ہے''۔

اسلامی تعلیمات میں انتظامی حوالے سے وزارت کا تصور بھی ملتا ہے۔ رسول اللہؐ کا فرمان ہے:
إذا أرادَ اللهُ بالأميرِ خَيرا جَعَلَ لَهُ وَزيرَ صِدقٍ؛ إن نَسِيَ ذَكَّرَهُ، و إن ذَكَرَ أعانَهُ. و إذا أرادَ اللهُ بِهِ غَيرَ ذلكَ جَعَلَ لَهُ وَزيرَ سَوءٍ؛ إن نَسِيَ لَم يُذَكِّرْهُ، و إن ذَكَرَ لَم يُعِنْهُ.[30]

ترجمہ: ''اللہ تعالی جب کسی امیر سے متعلق خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے سچا وزیر عطا کرتا ہے کہ اگر امیر اپنا فرض بھولے تو وزیر اس کو یاد کراتا ہے۔ جب اسے اپنا فرض یاد ہو تو اس کی مدد کرتا ہے۔ لیکن جب اللہ اس امیر کے متعلق دوسرا ارادہ رکھتا ہے تو اس کو برا وزیر دے دیتا ہے جو نہ اسے فرائض کی یاد دہانی کراتا ہے اور ان کے انجام میں اس کو مدد فراہم کرتا ہے۔''

سید ابو الاعلی مودودی لکھتے ہیں:

''اسلام نہ صرف تمام بنیادی قوانین بیان کرتا ہے بلکہ قرآن وسنت کے ذریعے ان قوانین کی تشریح واُصول بھی بیان کرتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں حدیث وسنت اور تعامل صحابہ علیہ سلام کی روشنی میں نہ صرف ان احکامات کی تشریح موجود ہے بلکہ انتظامی مشینری کو فعال بنانے کے تمام تر عملی اقدامات بھی پائے جاتے ہیں۔''[31]

4-1۔ صدرِ اسلام میں انتظامیہ

جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اسلامی تعلیمات کے مطابق انسانی سماج کے لئے سلطان یا حکمرانی اور بہترین انتظامی ڈھانچے کا ہونا کسی واجب سے کم نہیں۔ انتظامیہ کے سربراہ کا فرض ہے کہ وہ نہ صرف عوام کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو بلکہ معاشرے میں اجتماعی مساوات اور عدل کے تقاضوں کو بھی پورا کرے۔ اور لوگوں کو مذہبی قانونی اور اخلاقی لحاظ سے برابری کا درجہ دے کر آئین کا بلا تفریق نفاذ یقینی بنائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے ظہور کے ساتھ ہی اس تصور کی اہمیت کے پیش نظر اسے خصوصی اہمیت دی۔ اس حوالے سے علامہ اسد لکھتے ہیں: ''عہدِ نبویؐ اور خلافتِ راشدہ کے طرزِ حکومت پر روشنی ڈالنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب تک رسول اللہؐ موجود تھے تو قانونی وانتظامی لحاظ سے سب سے اعلیٰ وبرتر حیثیت آپؐ کی ہی تھی۔ آپ خود ہی قرآن کے مطابق قانون سازی کرتے اور ان قوانین کا اطلاق کرواتے تھے۔ دیگر امور باہمی مشورے سے طے ہو جاتے تھے۔ دور خلافت میں قانون قرآن وسنت کے مطابق طے پاتا اور انتظامی معاملات کی انجام دہی خلیفہ کی ذمہ داری ہوا کرتی تھی۔''[32]

رسول اللہؐ نے انتظامی لحاظ سے مدینہ کا نظم و نسق تین سطحوں پر قائم کیا۔ ان میں مرکزی، صوبائی اور علاقائی نظام شامل تھا۔ ان تینوں کے درمیان اختیارات کی مناسب تقسیم ہوا کرتی تھی۔ اسلامی طرز حکومت میں ریاست اور انتظامیہ کا سربراہ الگ الگ ہونے کی بجائے ایک ہی ہوا کرتا تھا۔ ریاست مدینہ میں اعلیٰ ترین اختیار رسول اللہؐ کو حاصل تھا۔ علاقائی انتظامیہ کو خصوصی اہمیت دی جاتی تھی کیونکہ علاقائی مسائل سے بہترین آگاہی وہاں کے لوگوں

کو ہی ہوتی ہے۔ یہ لوگ نہ صرف ان علاقوں کے وسائل و مسائل سے آگاہ ہوتے ہیں بلکہ مقامی افراد سے مل کر ان کے حل کے لیے بھی کوشاں رہتے ہیں۔ عرب میں کیوں کہ قبائلی نظام نافذ تھا ہر قبیلے کا سردار اپنے قبیلے کے لوگوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے مصروف عمل رہتا تھا۔ اس ضمن میں محمود احمد غازیؒ لکھتے ہیں:

''دور نبوی میں قبائلی نظام کے تحت عرفاء ونقباء کی داخلی تنظیم رائج تھی۔ ہر دس افراد پر ایک عریف کو تعینات کیا جاتا تھا۔ اور ہر دس عریفوں کے اوپر یعنی سو آدمیوں پر ایک نقیب مقرر ہوتا تھا جو اپنے ماتحت عرفاء کے ذریعے باقی لوگوں کے اعمال وافعال کا بھی ذمہ دار ہوتا تھا۔ عریف ونقیب کا یہ نظام رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف قائم رکھا بلکہ اسے مزید مستحکم کیا۔ اسی طرح موالات کا ادارہ جو اسلام سے پہلے قائم تھا جس کے ذریعے قبیلے کے باہر کا شخص قبیلہ کی رکنیت حاصل کر کے حقوق و ذمہ داریوں میں دوسرے افراد قبیلہ کے برابر شمار ہوتا تھا۔ دور نبوی میں اس ادارے کو مزید تقویت دی گئی''۔[33]

رسول اللہؐ نے مدینہ ہجرت سے قبل ہی وہاں کے داخلی نظم ونسق میں بہتری لانے کے لیے اقدامات شروع کر دیئے تھے۔ انصار کے قبائل میں بارہ نقیب پہلے سے مقرر تھے ان پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو نقیب النقباء مقرر فرمایا گیا۔[34] انتظامی امور کی دیکھ بھال کے لئے مقامی تقرریوں کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ زیادہ تر وفود چار ہجری میں مدینہ آئے اس لیے آپ نے اسی سال اسلامی ریاست کے سیاسی اقتدار میں مقامی منتظمین کا بھی تقرر کیا۔ اگر وفد میں پہلے میں سے کوئی سردار موجود ہوتا تو اسے بحال رکھا جاتا ہے بصورت دیگر نئے سردار کی تقرری کی جاتی تھی۔ انتظام ہو انصرام کی بہترین صلاحیتیں اور دین اسلام کی سیر حاصل معلومات کو تقرری کا معیار بنایا جاتا تھا۔[35] اس سلسلہ کی ایک مثال مالک بن عوف نصرہ کی ہے جسے رسول اللہؐ نے قبیلہ ہوازن میں مقرر کیا تھا۔ جبکہ عدی بن حاتم طائی کو ان کے قبیلہ نے یہ عہدہ دیا تھا اس لیے انہیں اس عہدے پر برقرار رکھا گیا۔[36]

شہر مدینہ میں تعینات نقیب بھی مقامی منتظمین میں شمار کیے جاتے تھے کیونکہ ان کی ذمہ داریاں بھی تقریباً ملتی جلتی تھی۔ کسی نقیب کے انتقال پر اس کی جگہ کوئی جانشین مقرر کیا جاتا تھا یوں مقامی انظامیہ کی تقرری کا یہ تسلسل قائم رہتا تھا۔[37] رسول اللہؐ کی ہدایت پر اوس وخزرج میں سے بارہ سردار مقرر کیے گئے جو ان کے قبیلے والوں نے مقرر کیے ان میں سے 9 کا تعلق خزرج اور تین کا قبیلہ اوس سے تھا۔ رسول اللہؐ نے خود ان کی تقرری کی توثیق کی۔[38] یہ تمام نقیب مقامی منتظمین کی طرح مختلف خاندانوں کے معاملات کے ذمہ دار تھے اور رسول اللہؐ کے سامنے جوابدہ تھے۔ تمام مقامی منتظمین صوبائی انتظامیہ کے تعاون سے تمام ممکنہ مسائل کے حل میں مصروف رہتے اور صرف ایسے مسئلے کو ہی گورنر تک لے کر جاتے جس کے حل میں انہیں ناکامی کا سامنا ہوتا تھا۔ جو یہ لوگ مقامی افراد صوبائی مرکزی حکومت کے درمیان رابطے کا اہم ذریعہ تھے۔[39]

منڈی کے حالات کی اصلاح کے لئے بھی ان مقامی منتظمین کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ آپؐ یہ کام خود بھی کیا کرتے تھے جیسا کہ ایک بار آپؐ کا بازار سے گزر ہوا جہاں ایک شخص غلہ بیچ رہا تھا آپؐ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو اس کے اندر نمی محسوس ہوئی۔ آپؐ نے تاجر کی سرزنش کرتے ہوئے دھوکہ دہی سے منع فرمایا۔[40] رسول اللہؐ نے بازاروں کی نگرانی کے لیے باقاعدہ افسر تعینات کیے تھے مکہ کے بازار کے افسر حضرت سعید بن عبد العاصؓ تھے۔ اور مدینہ میں یہ منصب حضرت عمر فاروقؓ کے پاس تھا ان کو ان کی خدمات کا کچھ معاوضہ بھی ملتا تھا۔[41] ان افسران کا کام بازار کے حالات کو سازگار رکھنا، ذخیرہ اندوزی کی روک تھام اور دھوکہ دہی کے خاتمے سمیت بازار کے دیگر امور کا جائزہ لے کر ان کی بہتری کے لیے کام کرنا تھا ان اقدامات کی بدولت صارفین کے حقوق کا تحفظ ممکن بنایا جاتا تھا۔ بازاروں کے نگرانی کے ساتھ ساتھ آپؐ نے اراضی اور اس کی تقسیم کی طرف کسی کی توجہ دیں تاکہ زمین مالکان کو بھی معاشی استحصال سے بچایا جاسکے۔

ہجرت مدینہ کے ساتھ ہی رسول اللہؐ نے ایک مہاجر اور ایک انصار پر مبنی یونٹ قائم کیا اور اس کے ذمہ انتقال اراضی اور اس کی جغرافیائی تقسیم کا کام لگایا یوں پورے علاقے کی زمین کو انتظامی بنیادوں پر تقسیم کیا گیا۔[42] اس اقدام کا مقصد انتظامی معاملات کو سہل بنانا اور لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا تھا۔

4-2۔ تقرری کا معیار

اسلام میں انتظامی عہدوں پر تقرری کا بنیادی اصول صلاحیت اور اہلیت ہے۔ اسلام کسی بھی عہدے کے لیے بہترین شخص کے تقرر پر زور دیتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا (58:4)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل لوگوں کے سپرد کردو۔"

اس آیت کی تفسیر میں علماء نے امانتوں کو اُن کے اہل کے سپرد کرنے کا ایک معنیٰ یہی بیان کیا ہے کہ کسی بھی شخص کو کوئی منصب اہلیت دیکھ کر سونپا جائے اور کسی ایسے شخص کو اس منصب سے نہ نوازا جائے جو اس کا اہل نہ ہو۔[43] خود رسول اللہ ﷺ کی سیرت یہ تھی کہ آپ ﷺ بہترین شخص کو منصب عطا فرماتے تھے۔ جو شخص جس میدان میں مہارت رکھتا اس کو اسی کام کے لیے منتخب کیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوذر غفاری کے بارے میں حدیث رسول ہے: يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِىْ عَلَيْهِ فِيْها[44] یعنی: "اے ابوذر آپ اس ضمن میں کمزور ہیں۔ یہ امانت ہے اور قیامت کے دن ندامت اور پشیمانی کا باعث ہوگی ماسوا اس کے لیے جو اسے اہلیت کی بنا پر حاصل کرے گا اور اس کا حق ادا کرے گا۔"

لہٰذا اسلام میں کسی منصب پر تقرری کی اولین شرط اہلیت و قابلیت ہے۔اور یہی ایک بہترین اور مثالی انتظامیہ کی اساسی شرط ہے۔

4-3۔عہدہ بطور امانت

اسلام ہر اجتماعی منصب کو ایک بہت بڑی ذمہ داری اور امانت قرار دیتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (27:8)

ترجمہ: ''اے ایمان والو اللّٰہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو در حالیکہ تم جانتے ہو۔''

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے: وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ (105:9)

ترجمہ: ''اور ان سے کہو اپنا کام کریں پس اللہ اور اس کا رسول اور مومنین ان کے عمل کو دیکھنے والے ہیں۔''

یعنی جو کام وہ کرتے ہیں اور اس کام کی ادائیگی کے لیے جو طریقہ اختیار کرتے ہیں ان سب سے اللہ اور اس کا رسول واقف ہیں۔'' رسول اللہؐ نے فرمایا:

إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ[45]

ترجمہ: ''جب امانت ضائع ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ امانت کا ضیاع کیا ہے؟ تو فرمایا: جب ذمہ داری کسی ایسے شخص کے سپرد کر دی جائے جو اس کا اہل نہ ہو تو قیامت کا انتظار کرو۔''

اس حدیث میں نااہل کو ذمہ داری سونپنے کو قیامت کی ایک نشانی قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں عہدوں پر تقرری کرتے ہوئے افراد معاشرہ کا معاشرتی مقام و حیثیت نہیں دیکھی جاتی۔ بلکہ منصب کا بار اس شخص پر ڈالا جاتا ہے جو اسے اٹھانے کی صلاحیت و قابلیت رکھتا ہے۔ کیونکہ قانون سازی کتنی ہی مؤثر کیوں نہ ہو اگر اس کا درست طریقے سے اطلاق نہ ہو تو وہ غیر موثر ہو جاتی ہے۔اور بہترین اطلاق کے لئے بہترین انتظامیہ کا وجود ناگزیر ہے۔

4-4۔احتساب

اسلامی تصور انتظامیہ میں انتظامی ادارے اور احتسابی عمل ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔احتسابی نظام کی اہمیت کے پیش نظر دور نبوی کے تنظیمی ڈھانچہ میں نگرانی واحتساب کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ یہ کام آپؐ خود کیا کرتے تھے۔ عمال حکومت بھی اس احتسابی عمل میں عام لوگوں کے برابر تھے۔کتانی لکھتے ہیں ریاست میں جرائم کے مرتکب افراد کے لئے تنبیہہ و سزا دونوں طریقے اختیار کیے جاتے تھے۔ مسجد نبوی کو قید خانے کا درجہ بھی حاصل تھا۔ بعض اوقات کسی گھر کو قید خانہ بنالیا جاتا تھا۔[46] عام لوگوں کے ساتھ عمال حکومت کی بھی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔

عمال حکومت کو زکوۃ وصدقات کی وصولی کے لئے بھیجا جاتا تو ان سے کڑی بازپرس ہوتی تھی۔ اس سلسلے میں بخاری کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ:

> ابن اتیبہ قبیلہ ازد سے صدقات جمع کرکے لائے تو ان کے پاس دو قسم کا مال تھا۔ ان میں سے ایک مسلمانوں کے لیے صدقات اور دوسرا وہ تھا جو تحائف کی صورت میں ان کو ملا تھا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم گھر بیٹھے رہتے تو کیا تمہیں یہ مال ہدیہ ملتا۔[47]

آپ کا یہ سوال صرف استفسار نہ تھا بلکہ ایک سرزنش تھی۔ اسی طرح آپؐ نہ صرف عہدیداروں کا احتساب کرتے بلکہ انہیں اخلاق کی تربیت بھی دیا کرتے تھے۔ تاکہ وہ جس علاقے میں جائیں وہاں کے لوگوں کے لیے محبت و شفقت اور نرمی کا باعث ہوں۔ یوں حکام کی تقرری میں قواعد و قوانین کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ تجارتی معاملات کی اصلاح کے لیے بھی خاطر خواہ اقدامات کئے جاتے تھے۔ لوگوں کو ناجائز منافع خوری اور دیگر معاشی برائیوں سے روکا جاتا تھا۔ کتانی لکھتے ہیں کہ:

"رسول اللہؐ ناپ تول کو مناسب رکھنے کے لیے اندازے کی بجائے وزن کرنے کی تلقین کرتے تھے۔"[48] منڈی میں تاجروں کی دھوکہ دہی کے خاتمے کے لیے منڈی کے حالات کا خود جائزہ لیتے تھے۔ خریداروں کے حقوق کے تحفظ کی خاطر محتسب کا تقرر کیا گیا۔[49] ان اقدامات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ نے مفاد عامہ اور معاشرتی ومعاشی فلاح و بہبود کے لیے خاطر خواہ انتظامات کیے۔ ہر صاحب اقتدار کو طاقت وحکومت سے نوازنے کے ساتھ انہیں اخلاقی و قانونی طور پر پابند کیا جاتا کہ وہ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرنے سے باز رہیں اور لوگوں کے لئے آسانی کا باعث بنیں۔

4-5۔ خلافت راشدہ میں انتظامی امور کی دیکھ بھال

خلافت راشدہ میں بنیادی انتظامی ڈھانچہ اگرچہ دور نبوی والا ہی تھا تاہم وقت وحالات میں تبدیلی کی وجہ سے اس میں کچھ ضروری ترامیم کی گئیں۔ کچھ نئے شعبہ جات متعارف کرائے گئے تاکہ لوگوں کے معاملات کو سہل کیا جا سکے۔ خلافت راشدہ میں مثالی انتظامیہ کا یہ اصول حاکم رہا کہ مملکت کا سربارہ، حاکم سے زیادہ خادم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین کو نظام میں اگرچہ مرکزی حیثیت حاصل تھی انہوں نے مطلق العنان آمر ہونے کی بجائے رسول اللہؐ کے نائب اور امت کے خادم کی حیثیت سے کام کیا۔

بلادِ اسلامیہ کے نظم و نسق کو چلانے کے لئے مشاورت کے اصول کو مدّ نظر رکھا گیا۔ بنیادی طور پر مرکزی نظام حکومت رائج تھا جہاں انتظامی امور میں بہتری کی خاطر صوبائی تقسیم کی گئی۔ صوبوں کو اضلاع میں تقسیم کرکے انتظامی معاملات کو مزید سہل بنایا گیا تھا۔ صوبائی انتظامیہ میں کاتب، کاتب دیوان، صحب اخراج، صاحب بیت

المال اور قاضی کا تقرر عمل میں لایا جاتا تھا۔[50]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرب کو انتظامی طور پر بہتر طریقے سے چلانے کے لئے ہر صوبے میں گورنر تعینات کیے۔ گورنر تمام انتظامی امور کا ذمے دار ہوتا تھا۔ وہ نہ صرف فوج بلکہ انتظامیہ کا بھی سربراہ ہوتا تھا۔اس کی ذمے داریوں میں جزیہ وصدقات کی وصولی اور ان کی تقسیم، فوج کی نگرانی اور انھیں اسلحہ کی ترسیل، مال غنیمت کی تقسیم اور حدود اللہ کا اجراء شامل تھا۔ دارالخلافہ کے انتظام کو چلانے کے لئے الگ عہدہ دار تھے۔ان میں ابوعبید افسر مال، حضرت عمر قاضی، حضرت عثمان و حضرت زید بن ثابت خلیفہ کے کاتبین تھے۔[51]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیرونی فتوحات میں کثرت کی وجہ سے انتظامی مسائل پیدا ہونے کا خدشہ تھا لیکن ان کے احسن اقدامات کی بدولت حالات معمول پر رہے۔انہوں نے انتظامی معاملات کی درستگی کے لیے نئے صوبے بھی بنائے اور ہر صوبے کے لئے حاکم، منشی، خزانچی، قاضی، پولیس کا اعلیٰ افسر اور سپہ سالار کا تقرر بھی علیحدہ کیا جاتا تھا۔ بعض اوقات انتظامی معاملات کی بہتری کے لئے کسی بڑے صوبے کو دو نئے صوبوں میں تقسیم کردیا جاتا تھا اس کی ایک مثال فلسطین کے صوبے کی ہے جسے بعد میں ایلیا اور رملہ میں تقسیم کرکے دو صوبے بنا دیئے گئے تھے۔[52] انتظامی معاملات کو بہترین طریقے سے چلانے کے لئے پولیس کا وجود ناگزیر ہے۔ یہ محکمہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعارف کرایا تھا۔انہوں نے اس محکمہ کا نام احداث رکھا۔اس کے افسر کو صاحب احداث کہا جاتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین میں صاحب احداث مقرر کرکے امن وامان کے فروغ کی ذمے داری سونپی گئی تھی۔[53]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور حکومت آیا تو انہوں نے حضرت عمر کے نظم و نسق کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ مختلف محکموں کی ترقی کے اقدامات بھی کئے۔حکومتی امور کی مناسب انجام دہی کے لئے ضروری ہے کہ انتظامی افسران کی کارکردگی کا گاہے بگاہے جائزہ لے کر ان کی خامیوں کو دور کرنے کے اقدامات کئے جائیں۔ حضرت عثمان نے نگرانی و محاسبہ کا کام جاری رکھا۔ نگرانی کا طریقہ کار یہ تھا کہ مختلف علاقوں میں وفود بھیجے جاتے تاکہ وہ حکومتی عہدیداروں کی کارکردگی کا جائزہ لے کر رپورٹ پیش کریں اور پھر اس رپورٹ کی روشنی میں مناسب اقدامات بروئے کار لائے جائیں۔ گورنر مصر ابی سراح کے خلاف جب لوگوں کا وفد شکایت لے کر آیا تو ان کو معزول کرکے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کی تقرری عمل میں لائی گئی۔[54]

چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی علیہ السلام بھی انتظامی معاملات میں خاص احتیاط سے کام لیا کرتے تھے۔ آپ والیوں اور عمال کو اکثر بیشتر ان کے کاموں اور لوگوں پر نرمی کرنے کا درس دیتے تھے۔ خلاف شریعت کام کی صورت میں حکمران کا محاسبہ یقینی بنایا جاتا تھا۔ عمال کو نہ صرف سادگی کا درس دیتے بلکہ خلاف عمل کرنے پر اس

کے خلاف کاروائی بھی کرتے تھے۔ آپ حاکم ورعایا کے تعلقات کو دین کی سرفرازی اور سربلندی کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔ اس لئے حاکم کو اعمال کی درستگی کی تاکید کیا کرتے تھے۔ نہج البلاغہ میں درج ہے رعایا اس وقت خوش رہ سکتی ہے جب حاکم درست طور طریقوں پر گامزن ہو اور حاکم بھی اسی وقت صلاح اور درستگی پر مائل ہوتا ہے جب رعایا اس کے احکام کی انجام دہی پر آمادہ ہو۔[55]

کیونکہ والی واحکام حکومت کا اہم جزو ہوتے ہیں اس لئے حضرت علی علیہ السلام ان کی تقرری کے بارے میں خاص احتیاط کیا کرتے تھے۔ مختلف علاقوں میں تعینات عمال و افسران کو تقرری کے وقت بھی نصیحت کرتے اور بعد میں بھی خط وکتابت کے ذریعہ ان کی اصلاح کرتے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں مالک بن حارث اشتر کے نام لکھا ہوا حضرت علی علیہ السلام کا وہ خط خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ان کو جب مصر کی حکومت دی گئ تو رعایا کی بہترین فلاح وبہبود کو یقینی بنانے کے لئے کچھ نصیحتیں بھی کی گئ تھیں۔

والی مصر کو عفو و درگذر کرنے کے ساتھ لوگوں سے حسن سلوک کرنے اور سزا دینے میں جلدی نہ کرنے کی تلقین کی رعایا کے عام لوگوں اور عزیز واقارب میں تفریق کرنے سے منع کرتے ہوئے اصل طاقت عوام کو قرار دیا نہ کہ خواص کو۔ لالچی بخیل اور بزدل کو مشیر بنانے سے منع کیا کہ ایسے لوگوں میں اللہ سے بدگمانی ہوتی ہے اس سے بہترین تعلقات انتظامات حکومت کو آسان بنا دیتے ہیں معاشرے کے مختلف طبقات کے لئے اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے اتنا ضرور فراہم کرو جو ان کی حالت کو بہتر کر دے۔[56] حکام والیوں کو نصیحت اور ہدایت دینے کے ساتھ ساتھ خلاف قانون جانے والے حاکم کا مواخذہ بھی کیا جاتا تھا۔

بصرہ کے عامل عثمان بن حُنیف ایک دعوت پر بلائے گئے تو ان کے استقبال میں بہت زیادہ تواضع اور اسراف سے کام لیا گیا۔ جبکہ عام لوگوں کو نظر انداز کیا گیا تو آپ نے انہیں خط لکھا اور ان کے اِس عمل پر سرزنش فرمائی۔[57] حضرت علی علیہ السلام عمّال کی تقرری میں خاص احتیاط سے کام لیا کرتے تھے۔ اور ان کو خصوصی ہدایات دیا کرتے تھے تاکہ وہ پورا پورا اخراج وصول کریں تاہم ان کو ظلم وجبر سے باز رکھنے کی تلقین کی جاتی آپ کا فرمان ہے کہ ایک درہم کی خاطر کسی کو ایک بھی کوڑا نہ مارنا اور نہ ایک درہم کی خاطر کسی کو پاؤں پر کھڑا کرنا۔ کیونکہ ہمیں ان کی ضروریات سے فاضل مال لینے کا حکم ہے۔[58]

آپ نے عراق کے مختلف اضلاع میں تعینات عاملین کے احوال کا جائزہ لینے کے لئے حضرت ابی بن کعبؓ کو ان کی نگرانی کا کام سونپا تھا تاکہ وہ ان کی کارکردگی کا جائزہ لے کر آپ کو باخبر رکھی احتسابی عمل میں اپنے پرائے کی کوئی تمیز نہ رکھی جاتی تھی یہی وجہ ہے کہ جب بصرہ کے عامل عبداللہ بن عباسؓ جو آپ کے چچازاد تھے نے بیت المال سے زیادہ رقم لی تو ان کا بھی مواخذہ کیا۔[59]

حضرت علی علیہ السلام نے والی مصر مالک بن حارث اشتر کو خط لکھ کر قاضی کے انتخاب کی شرائط کے بارے میں بھی آگاہ کیا: ”لوگوں کے مقدمات کے فیصلوں کے لئے رعایا میں بہترین شخص کا انتخاب کرو۔ وہ شخص ایسا ہو جو غلطی پر اصرار نہ کرے۔ اس کا دل طمع کی طرف مائل نہ ہو۔ غور و فکر کرکے فیصلہ کرنے اور اسے نافذ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس کی تنخواہ اتنی ہو کہ اسے رشوت لینے پر مجبور نہ کرے“۔[60] قاضی کی ذاتی خصوصیات کے ساتھ ساتھ اس کو فیصلہ سازی کے آداب بھی بتائے گئے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

قاضی ایسا ہو کہ پوری طرح چھان بین کئے بغیر سرسری طور پر معاملہ کو سمجھ لینے پر اکتفا نہ کرے۔ شک و شبہ پائے جانے پر قدم روک لے اور دلیل وحجت کو سب سے زیادہ اہمیت دے۔ حقیقت آشکار ہونے پر بے دھڑک فیصلہ کر دیتا ہو۔[61]

نتیجہ گیری

ایک مثالی انسانی سماج کے لئے ایک مثالی طرز حکومت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ نیز ایک مثالی طرزِ حکومت ایک مثالی انتظامیہ کی تشکیل کے بغیر ناممکن ہے۔ انتظامیہ ملکی مسائل کے حل میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ انتظامیہ کا جدید تصوّر کم و بیش صدرِ اسلام میں بھی پایا جاتا ہے۔ ہم اسلامی تعلیمات اور صدرِ اسلام کے انتظامی ڈھانچے کو مدّ نظر رکھ کر بہترین انتظامیہ تشکیل دے سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں اسلامی تعلیمات اور صدرِ اسلام کے نظامِ حاکمیت میں ایک مثالی انتظامیہ کی نہ فقط فکری بنیادیں، بلکہ عالی شان عملی نمونے موجود ہیں جن کی پیروی میں معاشرے میں بہترین نظم و نسق حاکم کیا جاسکتا ہے۔

*****

References

1. Ibna Khaldoon, *Tareekh Ibna Khadoon*,Vol.1 (Bairut, Dar-al-fikr, 1408 AH), 176.

ابن خلدون، *تاریخ ابن خلدون*، ج1 (بیروت، دارالفکر، 1408ھ)، 176۔

2. Ali bin Muhammad, Al-Basri, Al-Mawardi, *Al ahkamul Sultania*, Trans by: Syed M. Ibrahim (Lahore, Qanooni Kutab Khana, 1990), 42.

علی بن محمد، البصری، الماوردی، *الاحکام السلطانیہ*، مترجم، سید محمد ابراہیم (لاہور، قانونی کتب خانہ، 1990)، 42۔

3. Ibid, 44.

ایضاً،44۔

4. Ibid, 49.

ایضاً،49۔

5. Ibid, 121.

ایضاً،121۔

6. Zia ul Haq Muhammad, *Civil Intazamia ki Safaat aur tayen ka Islami Tareeqakar* (Lahore, Al-Adhwa, 2000), 149.

ضیاء الحق محمد، سول انتظامیہ کی صفات اور تعیین کا اسلامی طریقہ کار (لاہور، الاضواء،2000ء)،149۔

7. Anayat Elahi, *Pakistan mein Intazamia ka Zawal* (Karachi, Mashal, 2000), 34-35.

عنائیت الٰہی، پاکستان میں انتظامیہ کا زوال (کراچی، مشعل،2000ء)،34-35۔

8. Hafiz Fayaz Farooq, *Pakistan mein Intazamia k Qawaneen Istehqaq*, Maqala Ph.D, BZU, Session.2009, 12.

حافظ فیاض فاروق، پاکستان میں انتظامیہ کے قوانین استحقاق،مقالہ پی ایچ ڈی ،بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، سیشن2009،ص:12۔

9. Zahid Hussain Anjum, *Pakistan k Syasi aray* (Lahore, New book Palace, 1990), 319.

زاہد حسین انجم، پاکستان میں سیاسی ادارے (لاہور، نیو بک پیلس،1990)،319۔

10. Taqi Usmani, *Islam aur Siyasai Nazaryat* (Karachi, Maktaba Maraf ul Quran, 2010), 120.

تقی عثمانی، اسلام اور سیاسی نظریات (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2010)،120۔

11. Taqi Usmani, *Islam aur Syasi Nazayat*, 132-133.

تقی عثمانی، اسلام اور سیاسی نظریات، 132-133۔

12. Taqi Usmani, *Islam aur Sayasi Nazaryat*,104.

تقی عثمانی، اسلام اور سیاسی نظریات،104۔

13. Aain-e-Pakistan, 1973, Article 47.

آئینِ پاکستان،1973ء، آرٹیکل47۔

14. Ibid, Article 47.

ایضاً، آرٹیکل91۔

15. Ghazi Hamid Ansari, *Islam ka Nazam-e-Hakoomat* (Lahore, Maktaba Alhasan, nd.), 56.

غازی حامد انصاری، اسلام کا نظامِ حکومت (لاہور، مکتبہ الحسن، سن ندارد)،56۔

16. Aain-e-Pakistan, Article 90.

آئینِ پاکستان، آرٹیکل90۔

17. Ibid, Article 97.

ایضاً، آرٹیکل97۔

18. Ibid.

ایضاً۔

19. Ibid, Article 100.

ایضاً، آرٹیکل100۔

20. Aain-e-Pakistan, Dafat 90-99.

آئینِ پاکستان، دفعہ نمبر90تا99۔

21. Ibid, Article 129.

ایضاً، آرٹیکل129۔

22- Dr. Prf. Razia Musarrat, Basic Democracy in Islamic Reublic of Pakistan, Bahawalpur, Research Journal Uloom_e Islamia (2016) Vol. 22, 89.

23. Anayat Elahi, *Pakistan mein Intazamia ka Zawal*, 26.

عنائیت الٰہی، پاکستان میں انتظامیہ کا زوال، 26۔

24 Muhammad, Afzal-ur-Rehman, *Encyclopedia of Seerah*, Vol.1 (UK, Seerah Foundation,1985), 775.

محمد، افضل الرحمٰن، سیرۃ کا انسائیکلوپیڈیا، ج1 (برطانیہ، سیرۃ فاؤنڈیشن، 1985)، 775۔

25. Endah Setyowati, *Merit System in Recruitment and selection processof civil servant candidate in Malang Indonesia*,Journal of administrative Science and Policy Studies,doi.10.15640/jasps.v4n1a5.

26. Castilin P. Stein, *Accountability and transparency in Public Administration*,https//pastimes.org/accountability-and-transparency-in-public-dministration. 5-6-2020,7:45

27. Muhammad Abu Hamid, Al-Ghazali, *Ahya-ul-Uloom*, Translater, Nadeem Wajdi, Vol.4 (Karachi, Dar-ul-Ashat, 1993), 606.

محمد ابو حامد، الغزالی، احیاء علوم الدین، مترجم، ندیم واجدی، ج4 (کراچی، دارالاشاعت، 1993)، 606۔

28. Anayat Elahi, *Pakistan mein Intazamia ka Zawal*, 58.

عنایت الٰہی، پاکستان میں انتظامیہ کا زوال، 58 ۔

29. Mutaqi Al-Hindi, Kanz-al-Ummal, Vol. 5 (Bairut, Darul Rasalat, 1979), 436.

متقی الہندی، کنز العمال، ج5 (بیروت، دارالرسالۃ، 1979)، 436۔

30. Abu Dauod, *Sunan Abi Dauod* (Bairut, Darul Rasalat Al Alamiya, 2009)kitab al Khairaj, Hadith #:2932.

ابوداؤد، سنن ابی داؤد (بیروت، دارالرسالۃ العالمیہ، 2009ء)، کتاب الخراج، حدیث 2932۔

31. Mawdudi, Abu-al-A'ala, *The Islamic Law and Constitution* (Lahore, Islamic Publications ,1960), 58.59.

مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی قانون اور آئین (لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، 1960)، 58.59۔

32. Asad, *Principles of State and Governance in Islam* (Cambridge, Cambridge University Press, 1961), 57.

33. Ghazi Mehmood Ahmed, *Muhazrat-e-Seerat* (Lahore, Al-Faisal, 2009), 322.

غازی محمود احمد، محاضراتِ سیرت (لاہور، الفیصل، 2009ء)، 322۔

34. Muhammad b. Jorair, Tabari, *Tarikh-al-Umam wa al Maluk* (Bairut, Dar-ul-torath Alarabi, 1967), 121.

محمد بن جریر، طبری، تاریخ الامم والملوک (بیروت، دارالتراث العربی، 1967)، 121۔

35. Yasin Mazhar Saddique, Naqoosh, *Rasool Number*, Vol. 5 (Lahore, Idara Farogh-e-Urdu, 1983), 624.

یٰسین مظہر صدیقی، نقوش، رسول نمبر، ج5 (لاہور، ادارہ فروغ اردو، 1983)، 624۔

36. Ibn-e-Hasham, Al-Seerat al-Nabvia, Vol. 2 (Bairut, Dar-ul-Marfa liltabah, 1410 AH), 491.

ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج 2 (بیروت، دارالمعرفۃ للطباعۃ، 1410ھ)، 491۔

37. Ibid, 204.

ایضاً، 204۔

38. Ibne Sa'd, *Tabqat ul Qubra*, Vol. 3 (Qahra, Maktaba al Kanchi, 2001), 602.

ابنِ سعد، طبقات الکبریٰ، ج3 (قاہرہ، مکتبہ الخانجی، 2001ء)، 602۔

39. Saddiqui, *Naqoosh*,Vol. 5, 624.

صدیقی، نقوش، ج5، 624۔

40. Abdul Hayee Alkatani, Al-Taratib ul Idaria, Translated by: Hafiz M. Ibrahim (Lahore, Romi Publications, 2005), 337.

عبدالحیٔ الکتانی، التراتیب الاداریہ، مترجم: حافظ محمد ابراہیم فیضی (لاہور، رومی پبلیکیشرز، 2005)، 337۔

41. Ibid, 338.

ایضاً، 338۔

42. Naizi, *Islam Ka Intazami Qanoon* (Lahore, Dayal Singh Library, 2001), 180.

نیازی، اسلام کا انتظامی قانون (لاہور، دیال سنگھ لائبریری، 2001)، 180۔

43. Al Jasas, Abu Bakar Al Razi, *Ahkam ul Quran*, Vol.2 (Bairut, Dar- ul-Ahya, 1999), 257.

الجصاص ابوبکر احمد، الرازی، احکام القرآن، ج2 (بیروت، دار الاحیاء، 1999)، 257۔

44. Muslin bin Hajaj, Nishapuri, *Sahi Muslim* (Qahira, Dar ul_hadees, 1412 AH), Hadith #: 1825.

مسلم بن حجاج، نیشاپوری، صحیح مسلم (قاہرہ، دارالحدیث، 1412ھ)، حدیث 1825۔

45. Muhammad bin Ismail, Al-Bukhari, *Sahih Al Bukhari* (Bairut, Dar Tooq al Najat, 1422 AH), Hadith#:59.

محمد بن اسماعیل، البخاری، صحیح البخاری، (بیروت، دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، حدیث 59۔

46. Alkatani, *Al Taratib ui Idaria*, 361-363.

الکتانی، التراتیب الاداریہ، 361-363۔

47. Bukhari, *Al-Sahi Bukhari*, kitab ul Hiba, Hadith, 2597.

بخاری، الصحیح بخاری، کتاب الھبہ، حدیث 2597۔

48. Alkitani, *Al-Taratib ul Idaria*, Vol. 1, 412.

الکتانی، التراتیب الاداریہ، ج1، 412۔

49. Al-Halbi, Seerat Halbia, Vol. 2 (Bairut, Dar-ul-torath Alaraby, 2012), 365.

الحلبی، سیرت حلبیہ، ج2 (بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، 2012)، 365۔

50. Alkatani *Al-Taratib ul Idaria*, 300.

الکتانی، التراتیب الاداریہ، 300

51. Tabri,*Tareekh Tabri*, 2123.

52. Shibli Naumani, *Alfarooq* (Karachi, Dar ul Ashat, 1991), 186.

شبلی نعمانی، الفاروق، (کراچی، دارالاشاعت، 1991) 186

53. Moeen ud Din, Nadvi, *khulf-e-Rashdeen* (Lahore, Nashran e Quran, 2013), 118.

معین الدین، ندوی، خلفائے راشدین (کراچی، دارالاشاعت، 2013)، 186۔

54. Ibne Hajur Asqali, *Alasaba fi Tameez ul Sahaba* (Bairut, Dar al kutbul ilmia, 1995), 56.

ابن حجر عسقلانی، الاسبہ فی تمیز الصحابہ (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1995)، 56۔

55. Al Sharif ul Razzi, *Nahjul Balagha*, Translater: Allama Mufti Jafar Hussain (Lahore, Al-Mairaj Company, 2003), 519.

سید الشریف الرضی، نہج البلاغہ، مترجم: علامہ مفتی جعفر حسین (لاہور، المعراج کمپنی، 2003)، 519۔

56. Ibid, 664-665.

ایضاً، 664، 665۔

57. Ibid, 416.

ایضاً، 416۔

58. Abu Yousuf, Kitab ui Kharaj (Lahore, Maktaba Rehmania, nd.), 57.

ابو یوسف، کتاب الخراج، مترجم، نیاز احمد اوکاڑی (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد)، 57۔

59. Al Sharif Al Razi, *Nahjul Balagha*, 418.

الشریف الرضی، نہج البلاغہ، 418۔

60. Khatib Baghdadi, *Tarikh Baghdad* Vol. 4 (Qahra, Dar Al-Gharub al Islami, 1422 AH), 103.

خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج4 (قاہرہ، دار الغرب الاسلامی، 1422ھ)، 103۔

61. Ameer ral Mehmineen, Ali bin Abi Talib, *Kamyab Hakomat k Rehnuma Usool*, Translate: Allama Mufti Jafer Hussain (Lahore, Wafaq al Madaras al Shia, 2020), 18.

امیر المومنین، علی ابن ابی طالب، کامیاب حکومت کے راہنما اصول، مترجم: علامہ مفتی جعفر حسین (لاہور، وفاق المدارس الشیعہ، 2020)، 18۔